International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com/
E-mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

نصوص شرعیہ اور عصر حاضر کے تناظر میں قومی قیادت کے رہنما اصول

1. **Dr. Abdul Ghaffar**
Assistant Professor
The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan
Email: abdul.ghaffar@iub.edu.pk

To cite this article:
Ghaffar, Abdul "نصوص شرعیہ اور عصر حاضر کے تناظر میں قومی قیادت کے رہنما اصول" International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 1, Issue No. 1 (July 1, 2019) Pages (1–27)

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 1 || July - December 2019 || P. 1-27
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/نصوص-شرعیہ-اور-عصر-حاضر/
Journal homepage	www.islamicjournals.com
Published online:	01 July 2019
License:	© Copyright Islamic Journals 2019 - All Rights Reserved.

نصوص شرعیہ اور عصر حاضر کے تناظر میں قومی قیادت کے رہنما اصول

By Dr. Abdul Ghaffar

ABSTRACT:

Islam is a complete system of life, with basic guidance for all fields of life. Politics and governance are the most important chapter of worldly life and the basic need of human society. The teachings of the Prophet Muhammad (PBUH) have complete instructions for each step of the formation of the government, from selection to methodology to its expansion, and from constitutional and principles to practical details. It's necessary that national leadership must be Muslim, intellectually free, free from mental or physical disabilities and capable for performing governmental affairs in a manner able way. Among the distinguishing features of the national leadership, the leader must be an honest person

and can make the right decisions on domestic and international issues. This article is written keeping in view the guidelines for leadership which are mentioned in Sharia.

Key words: Islamic State, Society, Government, Leadership, Correction اسلامی ریاست،معاشرہ،حکومت،قیادت،اصلاح

اسلامی ریاست میں حاکم کے اختیارات

اسلامی تعلیمات کے مطابق حاکم کے لئے امامت، خلافت، استخلاف، امارت اور راعی کے الفاظ اسی معنٰی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اسلام نے صحیح طریقے کے مطابق زندگی گزارنے کو ہدایت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ سورۃ الفاتحہ میں یہ لفظ وارد ہوا ہے ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ [1] اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے بعض کو جزوی اور بعض کو کلی قیادت کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو قیادت کا مطلب یہ ہوگا کہ انسانی زندگی کے اجتماعی معاملات پر اثر انداز ہو کر جزوی یا کلی طور پر لوگوں کی راہنمائی کرنا۔ لہٰذا قیادت کو جزوی قیادت اور کلی قیادت کے تحت دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1. اسلامی ریاست کی بنیاد

سیاست انسانی سوسائٹی کا ایک بہت اہم شعبہ ہے۔ اجتماعی معاملات میں قوم کی راہنمائی کرنا، نظام حکومت وضع کرنا اور اس نظام کو احسن طریقے سے چلانے کو سیاست کہتے ہیں۔ خلافت وامارت کا منصب ہر شخص کو انفرادی حیثیت میں حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کے آغاز سے ہی ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کی طرف توجہ فرمائی جس میں انسان کی مثبت اور تعمیری صلاحیتیں پروان چڑھیں اور وہ اپنے مقصد حیات کو سمجھ کر اپنے فرائض کی تکمیل کر سکے۔ آپ ﷺ نے جن بنیادوں پر تشکیل معاشرہ کا کام جاری فرمایا ان میں پہلی چیز عقائد اسلام کے ذریعے ذہنی تربیت اور فکری اصلاح ہے۔ تشکیل معاشرہ کے لئے دوسری بنیادی چیز جو آپ ﷺ کے پیش نظر رہی وہ تزکیہ نفس ہے، اس لئے کہ درست عقیدہ سے ایک کامل اور مستحکم شخصیت وجود میں آتی ہے۔ تیسری بنیادی چیز جس پر عہد رسالت میں اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہوئی وہ اخلاق حسنہ ہیں۔ انسانی تہذیب و تمدن کا تمام تر دارومدار اخلاق پر ہی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقائد کے ساتھ ساتھ جس چیز پر سب سے زیادہ توجہ دی وہ اخلاق حسنہ ہیں۔

2. پہلی اسلامی ریاست کے پہلے حکمران کی قائدانہ بصیرت

جناب نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے قبل یثرب کے علاقہ میں ریاست کا ماحول بن چکا تھا اور اس خطہ میں قبائلی معاشرہ کو ایک باقاعدہ ریاست و حکومت کی شکل دینے کی تیاریاں مکمل تھیں۔ انصار مدینہ کے قبیلہ بنو خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ آپ ﷺ کی یثرب تشریف آوری سے پہلے لوگوں نے باقاعدہ حکومت کے قیام کا فیصلہ کر کے عبد اللہ بن اُبی کو اس کا سربراہ منتخب کر لیا تھا اور صرف تاج پوشی کا مرحلہ باقی رہ گیا تھا کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے اور اس کی بادشاہی

[1] الفاتحة 6:1

کا خواب بکھر گیا، البتہ وہ ریاست تشکیل پا گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خطہ کے قبائل کے درمیان میثاق مدینہ کے عنوان سے معاہدہ کرادیا جس میں آپ ﷺ کو حاکم اعلیٰ تسلیم کر لیا گیا۔[2]

میثاق مدینہ کی دفعات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے مدبر اور ماہر قانون کا تیار شدہ ہے جو حالات کی جزئیات تک سے کلی طور پر واقف ہو۔ میثاق مدینہ ریاست مدینہ کی تشکیل و تاسیس کا نقطۂ آغاز تھا۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے اس ریاست کو نظریاتی اساس فراہم ہوئی جس کی وجہ سے اسے علاقائی محدودیت سے نکال کر دنیا کی وسعت کے ایسے امکانات میسر آگئے کہ یہ ریاست رسول اللہ ﷺ کے وصال تک صرف دس سال کے عرصہ میں پورے جزیرۃ العرب کا احاطہ کر چکی تھی۔

ریاست کی تعریف عام طور پر یہ کی جاتی ہے کہ کسی معین علاقہ کے رہنے والے لوگ ایک باقاعدہ حکومتی نظم کے تحت زندگی بسر کر رہے ہوں تو وہ علاقہ ریاست کہلاتا ہے۔ چنانچہ ریاست مدینہ کو یہ حیثیت آنحضرت ﷺ کے دور میں حاصل ہوگئی تھی کہ ایک مستحکم نظام حکومت قائم تھا جس میں، مشاورت، داخلی نظم و نسق، دفاع، معیشت، عدلیہ اور، خارجہ تعلقات و معاہدات کے اہم شعبے منظم طریقہ سے کام کر رہے تھے۔ جبکہ اس ریاست کی حدود بھی متعین اور واضح تھیں جیسا کہ غزوۂ تبوک سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ سلطنت روم کی افواج مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لیے شام میں تیاریاں کر رہی ہیں۔ رسول للہ ﷺ نے خود پیش قدمی کر کے شام کی طرف سفر شروع کر دیا لیکن تبوک جا کر رک گئے جو کہ شام کی سرحد پر واقع ہے اور آج بھی سعودی عرب کا سرحدی شہر ہے۔ قیصر روم کو جب پتہ چلا کہ محمد ﷺ لشکر کی قیادت کرتے ہوئے تبوک تک آگئے ہیں تو اسے حملہ کی ہمت نہیں ہوئی اور آپ ﷺ ایک ماہ قیام کرنے کے بعد لشکر سمیت مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔[3] اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دور میں اسلامی ریاست کا نقشہ بالکل واضح تھا، اس کی سرحدات متعین تھیں اور بین الاقوامی سرحدات کے بارے میں واضح قوانین وضوابط بھی موجود تھے۔

3. اسلامی ریاست میں حکومت وامارت کی اہمیت

سیاست فطرت انسانی کا تقاضا اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ کسی نظام کو اسی صورت میں قیام و بقاء نصیب ہوسکتا جب اس کی ضرورت کا شدید احساس ہو اور گہرے شعور کے ساتھ یہ بھی یقین ہو کہ اس طرح ایک اعلیٰ انسانی مقصد تک پہنچنا ممکن ہوسکے گا۔ ساتھ ہی مادی حالات ایسے ہونے چاہئیں کہ فرد اس نظام سے وابستہ رہنے اور اس کی حفاظت پر کمر بستہ ہوں۔ لہذا ضروری ہے کہ افراد کے اندر ایسے پختہ عقائد موجود ہوں جو سیاسی نظام کی تائید کریں اور خارجی حالات بھی ایسے ہوں کہ اس کا قیام عملاً ممکن ہوسکے۔ اس مقصد کے لئے انبیاء علیہم السلام نے سیاسی امور میں نہ صرف عملی حصہ لیا بلکہ اس کے اصول بھی متعین کئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

---

[2] البخاري ،صحيح البخاري ، كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ---، رقم الحديث 4566

[3] ابن هشام, عبد الملك ,السيرة النبوية , غَزْوَةُ تَبُوكَ فِي رَجَبٍ سَنَةَ تِسْعٍ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر,1955 ء

"كَانَتْ بَنُوإِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمْ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَاهَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَانَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ" [4]

"بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کے ہاتھ میں ہوتی تھی،جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتاتو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا،لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اورمیرے خلفاء موجود ہوں گے۔"

اسلام میں ریاست وحکومت کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیاجاسکتاہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا سکھلائی کہ "اے پروردگار مجھ کوجہاں بھی توداخل کر سچائی کے ساتھ داخل فرما اورجہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اوراپنی طرف سے ایک اقتدار کومیرا مددگاربنا دے۔" [5] مطلب یہ کہ اے پروردگار یا تو مجھے خود اقتدار عطا کر یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنادے تاکہ اس کی طاقت سے میں دنیا کے بگاڑ کو درست کر سکوں،فواحش اور معاصی کے سیلاب کو روک سکوں اور تیرے قانون عدل کو جاری کرسکوں،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

"إِنَّ اللهَ لَيَزَعُ بِالسُّلْطَانِ مَا لَا يَزَعُ بِالْقُرْآنِ" [6]

"اللہ تعالیٰ حکومت کی طاقت سے ان چیزوں کاسدباب کر دیتاہے جن کاسدباب قرآن سے نہیں ہو سکتا۔"

رسول اللہ ﷺ نے اجتماعیت اور قیادت کی اہمیت کے پیشِ نظر بوقت سفر کسی ایک کوامیر و قائدبنانے کاحکم دیاہے۔[7] جب محدود و مختصر سفر کے لیے انتخابِ امیر کی اہمیت ہے توزندگی کے سفر کے لیے اس کی اہمیت اورزیادہ ہوگی۔ قیادت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر علمائے امت کااس بات پر اجماع ہے کہ امام و قائد کا تقرر واجب ہے۔[8] لہٰذا اقامت دین اور معاشرتی اصلاح کے لئے حکومت چاہنااور اس کے حصول کی کوشش کرنا نہ صرف جائز بلکہ مطلوب و مندوب ہے۔ مستحکم سیاسی نظام اور صالح قیادت دونوں لازم وملزوم ہیں۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے دین وسیاست کی دوئی کے تصور کو ختم کر دیا۔حدیث مبارکہ میں قوم کے بناؤ اور بگاڑ کی ذمہ داری اس کے قائدین اور امراء پر رکھی گئی ہے۔کیونکہ زمام کار انہی لوگوں کے ہاتھ ہوتی ہے۔اگر فرمانروا خدا پرست اور

---

4 البخاري ،صحيح البخارى، كتاب الأنبياء ، بَاب مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، رقم الحديث 4355

5 بنی اسرائیل 17 : 80

6 أحمد بن يحيى بن فضل الله القرشى ، شهاب الدين ، التعريف بالمصطلح الشريف، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة: الأولى، 1998ء، باب والتقاليد والتفاويض والتواقيع،140/1
ابن کثیرؒ نے اس حدیث کو البدایۃ والنہایۃ میں اور ابن الاثیرؒ نے جامع الاصول میں نقل کر کے اسے حضرت عثمانؓ کا قول کہا ہے، علی المتقیؒ نے کنزالعمال میں نقل کیاہے اور اسے حضرت عمرؓ کا قول کہاہے۔

7 ابوداؤد،سليمان بن اشعث السجستانى،سنن ابى داؤد،بيت الافكارالدوليةرياض، س ن،كتاب الجهاد، باب فى القوم يسافرون يؤمرون احدهم،رقم 2628

8 ابويعلىٰ،محمدبن حسين الفراء حنبلى،الاحكام السلطانية،دارالكتب العلمية بيروت،2000ء،صفحه 19

صالح ہوں تو زندگی کا سارا نظام خیر و صلاح پر چلے گا۔ کسی دانشور کا کیا خوب قول ہے کہ لوگ اپنے حکمرانوں کی ڈگر پر ہی چلتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"الْإِسْلَامُ وَالسُّلْطَانُ أَخَوَانِ تَوْأَمَانِ لَا يَصْلُحُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا إِلَّا بِصَاحِبِه فَالإِسْلَامُ أُسٌّ وَالسُّلْطَانُ حَارِسٌ وَّمَا لَا أُسَّ لَهُ هَادِمٌ وَّمَا لَا حَارِسَ لهُ ضَائِعٌ". [9]

"اسلام اور حکومت و ریاست، دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہبان ہے جس عمارت کی بنیاد نہ ہو، گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔"

اسلامی ریاست کا قیام اسی صورت میں ممکن ہے جب قومی قیادت بھی خدا کے احکام کے تابع ہو اور زندگی کے تمام معاملات شریعت کی روشنی میں طے پائیں۔ معاشی سطح پر عدل، قانونی سطح پر کامل مساوات اور سیاسی سطح پر حریت کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ نے عدل اجتماعی پر مبنی معاشرہ تشکیل دیا۔ مستشرق ایچ جی ویلز آپ ﷺ کی قائدانہ بصیرت اور معاملہ فہمی سے متأثر ہو کر لکھتا ہے کہ:

"انسانی حریت، اخوت اور مساوات کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی کہے گئے تھے لیکن اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ ان اصولوں پر بالفعل ایک معاشرہ تاریخ انسانی میں پہلی بار محمد ﷺ نے قائم کیا"[10]

4. اسلامی ریاست میں قیادت کے اہداف و مقاصد

اسلام ایک کامل دین اور مکمل دستور حیات ہے۔ اسلام جہاں انفرادی زندگی میں فرد کی اصلاح پر زور دیتا ہے وہیں اجتماعی زندگی کے زریں اصول وضع کرتا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی راہ نمائی کرتا ہے۔ اسلامی نظام میں ریاست اور دین مذہب اور سلطنت دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسانی کی قیادت و رہبری کا فریضہ رسول اللہ ﷺ کے سپرد کیا ہے۔ امت وسط ہونے کی وجہ سے اب یہ ذمہ داری امت مسلمہ کی مجموعی ذمہ داری ہے۔ اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے قومی قیادت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ قیادت کی راہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن و سنت کی صورت میں تفصیلی ہدایات بھی دی ہیں اور اہداف کا بھی تعین کر دیا ہے، تاکہ قیادت اپنے تمام وسائل اور مساعی حقیقی نصب العین تک رسائی کے لیے صرف کرے۔ قومی قیادت کے اہداف کو دو بنیادی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

---

9 السیوطی، عبدالرحمٰن بن أبی بکر، جلال الدین، جامع الاحادیث، الہمزة مع الیاء ،رقم الحدیث 1056

10 بحوالہ: ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 2002ء، ص14

4.1. قومی قیادت کے دینی اہداف

اسلامی ریاست اسلامی فلسفہ حیات کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آتی ہے۔اس لیے اس کا اصل مطمع نظر دینی اہداف کا حصول ہے۔ مجموعی طور پر قرآن وسنت میں اسلامی ریاست کے دو مقاصد نشاندہی کی گئی ہے۔

- **اقامتِ دین**
- **امر بالمعروف ونہی عن المنکر**

اقامتِ دین کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ دین کی حفاظت ونصرت کی جائے۔ دعوت وارشاد کے ذریعے دین کی نشرو اشاعت کی جائے۔ حفاظت دین کی دوسری صورت معاندین ومستشرقین کے اسلام کے خلاف پھیلائے گئے پروپیگنڈے کا دفاع اوراعتراضات کا ازالہ ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر یعنی دوسروں کو بھلائی کی دعوت دینااور معاصی سے روکنا مجموعی طور پر امت مسلمہ پر لازم ہے۔ اسی سبب کی وجہ سے اس امت کو خیر الامۃ کا لقب عطا کیا گیاہے۔ قومی قیادت کے لئے یہ فریضہ سرانجام دینابوجوہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ نصوص سے یہ بات واضح ہے کہ اطاعتِ امیر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے مشروط ہے۔ اطاعت کے لیے ایک طرف امیر کا کتاب وسنت کے تابع رہنالازم ہے تو دوسری جانب نیکیوں کی دعوت اور معاصی سے روکنابذاتِ خود اہم مقصد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [11]

''یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔''

قومی قیادت کا اس مقصد کو سمجھنااوراس کے حصول کی کوشش کرنالازم ہے۔ حقیقی قیادت دوسروں پر اثرانداز ہوکر قوم کی تمام کاوشوں کو بامقصد اہداف کی طرف گامزن کرتی ہے۔ جب یہ واضح ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ شارع کی طرف سے لازم ہے تو قومی قیادت کا فرض بنتاہے کہ وہ خود بھی اس کے لئے اقدامات کرے اور قوم کو بھی اس طرف متوجہ کرے.

4.2. دنیاوی اہداف

دنیاوی اہداف سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ یہ دین سے لاتعلق اورآخرت میں بے سود ہیں۔ ان کو دنیاوی مقاصد کے نام سے اس لیے تعبیر کیا گیاہے کہ ان کا ظاہری تعلق عوام الناس کی دنیاوی ضروریات سے ہے۔ ان کا پوراہونا دنیاوی زندگی کے لیے سہولت اور پورانہ ہونامشکلات کا باعث ہے۔ نیز ان مقاصد کے اصول تو قرآن وسنت میں واضح ہیں البتہ عملی تطبیقات اربابِ حل وعقد کو سونپ دی گئی ہے کہ اپنے اپنے زمان ومکان کے لحاظ سے طے کریں۔ اس بناپر انہیں دنیاوی مقاصد سے موسوم کیا گیاہے۔

---

[11] الحج 41:22

چنانچہ اگر خلوصِ نیت اور جملہ اسلامی تعلیمات ان کے حصول میں پیشِ نظر رہے تو نہ صرف دنیاوی زندگی پر سکون و مطمئن ہوگی بلکہ اخروی اجر بھی یقینی ہے۔

5. اسلامی ریاست میں قیادت کے فکری اور اعتقادی امتیازات

انسانی زندگی چونکہ بنیادی طور پر نظریات پر استوار ہے، اس لئے نظریات وافکار میں بگاڑ انسان کی پوری سیرت و کردار کو متأثر کرتا ہے۔ فکری بگاڑ کی زد سب سے پہلے انسان کی شخصیت پر پڑتی ہے اور پھر اس بگاڑ سے انسانی زندگی کے جملہ احوال متأثر ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست جس حقیقت پر قائم ہے وہ یہ ہے کہ زمین میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اسلام میں حاکمیت کے اقرار کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ اس کی تکوینی حکومت کے ساتھ ساتھ اس کی تشریعی حکومت کا بھی اقرار کیا جائے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار ضروری ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ کی تکوینی حاکمیت کی طرح اس کی تشریعی حاکمیت جبر پر قائم نہیں ہے بلکہ اس کو اس نے انسانوں کے اختیار پر چھوڑا ہے۔ اگر چاہیں تو اس کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے صالح بندے بن کر اپنے لیے اس کے ہاں بڑا اجر حاصل کر سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو اس سے منحرف ہو کر اپنے آپ کو اس کے عذاب کا مستحق بنا سکتے ہیں۔

5.1. اسلامی مملکت میں حکومت کا حق

اس کائنات کو عدم سے وجود بخشنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے وہی اس کا خالق حقیقی اور مالک حقیقی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا نفاذ کر کے خلافت الٰہی اور نیابتِ خداوندی کے منصب پر فائز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ اور نائب ہونے کی حیثیت سے حضرتِ انسان کو کچھ قوتیں اور محدود قدرتیں عطا کی ہیں تاکہ انہیں استعمال میں لا کر وہ زمین پر اللہ کے احکام نافذ کرے۔ اسلام کا حکومتِ اسلامی میں اصل اقتدارِ اعلیٰ ربِ کائنات کو حاصل ہے، مملکتِ اسلامی میں خلیفہ حقیقی مقتدرِ اعلیٰ کا نائب اور اس کے تفویض کردہ اختیارات کے صحیح استعمال کا پابند ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ [12]

" دیکھو مخلوق کو اسی نے پیدا کیا ہے اور حکم بھی اس کا ہے۔"

﴿ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ﴾ [13]

"لوگ پوچھتے ہیں کیا حاکمیت میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ حاکمیت تو بس اللہ ہی کی ہے"

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [14]

"اور لوگ جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے در حقیقت وہ کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں "

---

[12] الاعراف 54:7

[13] آل عمران 154:3

[14] المائدہ 5: 44

انسان کو صرف اس قانون کی پیروی کرنی ہے جو مالکُ الملک نے بنایا ہے۔ جو ریاست قرآن و سنت سے متصادم قانون بناتی ہے یا اس قانون کے علاوہ کسی اور قانون کو تسلیم کرتی ہے تو قرآن حکیم اسے طاغوت اور باغی قرار دیتا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ لوگ دوسرے انسانوں کو اربابا من دون اللہ کے بجائے ایک اللہ کو اپنا رب مانیں اور اسی کی حاکمیت اور قانون کو تسلیم کریں۔ سیاستِ شرعیہ اور مملکتِ اسلامی کے مذکورہ بالا نصوص کے مطالعہ سے جو نتائج بر آمد ہوتے ہیں ان میں اولین نتیجہ یہ ہے کہ مملکتِ اسلامی دراصل ایک ایسی نیابتی حکومت ہے جسے حکومتِ الٰہی کی شکل میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سپرد کرتا ہے۔ جسے ادا کرنا لازم ہے۔ علامہ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں کہ "سنتِ رسول ﷺ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ولایت و حکومت ایک امانتِ الٰہی ہے، جس کا ادا کرنا اس کے موقع و محل میں واجب ہے۔" [15]

5.2. تمکن فی الارض کو وعدہ عمل صالح سے مشروط ہے

قیادت ذہانت، انسانی تفہیم اور اخلاقی کردار کی ان صلاحیتوں کا مرکب ہے جو ایک فردِ واحد کو افراد کے ایک گروہ کو کامیابی سے متاثر اور کنٹرول کرنے کے قابل بناتی ہیں۔ مستحکم ریاست کے قیام کی تمام کاوشیں اسی صورت میں بارآور ثابت ہو سکتی ہیں جب کوئی منظم حکومت اس جدوجہد کی پشت پناہی کے لئے موجود ہو۔ حقوق و فرائض کی تنفیذ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ریاست کی قوت بھی خدا کے احکام کے تابع ہو اور زندگی کے تمام معاملات شریعت کی روشنی میں طے پائیں۔ حکومت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرتے ہوئے اس پورے عمل کی نگران و محافظ ہو۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے منتخب شدہ بندے ہوتے ہیں لہٰذا اس عہدہ کے لئے اُن سے بڑھ کر اور کوئی اہل نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں غلبہ اقتدار اور قیادت کی ذمہ داری بھی صرف اہلِ ایمان ہی کا حق ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذينَ ءامَنوا مِنكُم وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَستَخلِفَنَّهُم فِى الأَرضِ كَمَا استَخلَفَ الَّذينَ مِن قَبلِهِم وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُم دينَهُمُ الَّذِى ارتَضىٰ لَهُم وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِن بَعدِ خَوفِهِم أَمنًا﴾[16]

"اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ اُن کے لئے، اُن کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔"

خلافت ایک امانت ہے اور یہ اسی شخص کو دی جائے جو اس کا حقدار ہو:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأمُرُكُم أَن تُؤَدُّوا الأَمٰنٰتِ إِلىٰ أَهلِها وَإِذا حَكَمتُم بَينَ النّاسِ أَن تَحكُموا بِالعَدلِ

---

15 ابن تيمية ،تقي الدين ،السياسة الشرعية، فصل أنواع أداء الأمانات،القسم الأول الولايات، وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد، المملكة العربية السعودية ، 1418ھ ،ص10

16 النور55:24

إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ .إِنَّ اللَّهَ كانَ سَميعًا بَصيرًا﴾[17]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سُنتا اور دیکھتا ہے"

مذکورہ آیت میں بنی اسرائیل کی ایک معاشرتی برائی کی گئی ہے، وہ یہ کہ انہوں نے اپنے انحطاط کے زمانہ میں امانتیں، یعنی مذہبی پیشوائی اور قومی قیادت کے مناصب ایسے لوگوں کو دینے شروع کر دیئے جو نااہل، بداخلاق، بددیانت اور بدکار تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برے لوگوں کی قیادت میں ساری قوم خراب ہوتی چلی گئی۔ مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تم ایسانہ کرنا بلکہ امانتیں ان لوگوں کے سپرد کرنا جو ان کے اہل ہوں۔ احادیث مبارکہ میں بھی حکومتی مناصب کو امانت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے جب ایک بار عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کسی جگہ کا حاکم مقرر فرمادیں تو آپ ﷺ فرمایا:

"يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةُ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا۔" [18]

"اے ابوذر تو کمزور ہے اور امارت ایک ایسا بار امانت ہے جو اسے اٹھائے گا قیامت کے دن یہ اس کے لئے ذلت و رسوائی کا سبب بنے گا۔ ماسوائے اس شخص کے جس نے اسے ذمہ داری سمجھ کر لیا اور اس کا حق ادا کیا۔"

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "بے شک تم لوگ امارت کی حرص کروگے اور قیامت کے دن تمہیں اس کی وجہ سے ندامت اور شرمندگی ہوگی۔ پس یہ امارت دودھ پلانے والی آیا کی طرح ہے کہ دودھ پلاتے وقت تو مزہ اور دودھ چھٹتے وقت تکلیف۔" [19] حدیث مبارکہ میں ایک بلیغ اور عمدہ مثال کے ذریعے امارت کی قباحت بیان کی گئی ہے یعنی جب حکومت ملتی ہے تو بڑا لطف آتا ہے لیکن جب یہ چھن جاتی ہے تو اس کا شدید رنج ہوتا ہے اور قیامت کے دن اس پر جو ندامت و شرمندگی ہوگی تو اس کی شدت کا اندازہ ہی مشکل ہے۔

مذکورہ احادیث کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خلافت و امارت ایک امانت ہے اور یہ امانت اسی شخص کے سپرد کی جانی چاہئے جس کے دل میں منصب و امارت حاصل کرنے کا لالچ و حرص ہو۔ قومی قیادت کے انتخاب کے لئے مسلمانوں کے اہل حل و عقد میں سے جو مجلس شوریٰ منتخب ہو وہ اپنے میں سے سب سے زیادہ متقی، عالم اور باصلاحیت شخص کا انتخاب کرے۔ حضرت ابوھریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم ﷺ لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور آپ ﷺ سے پوچھا قیامت کب آئے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فَإِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ، قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: «إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ

---

17 النساء 58:4

18 القشيري ،مسلم بن الحجاج ، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ كَرَاهَةِ الْإِمَارَةِ بِغَيْرِ ضَرُورَةٍ رقم الحديث 16 - (1825)

19 البخاري ،صحيح البخاري ،كِتَابُ الأَحْكَامِ ،بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الحِرْصِ عَلَى الإِمَارَةِ، رقم الحديث 7148

أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔[20]

"جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو تو قیامت کا انتظار کر۔ اس نے پوچھا: امانت کو کس طرح ضائع کیا جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حکومت نا اہل کے حوالے کر دی جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرو"

اسلامی سیاست کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ اس میں ریاستی وانتظامی امور کے تمام مناصب پر اہل، باصلاحیت اور امانت دار افراد کا تقرر کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض قرابت کی بنیاد پر بغیر اہلیت کے دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے اور نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔[21] اسی خدشہ کے پیش نظر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب قوم کی قیادت اور اختیارات نا اہل لوگوں کو تفویض کر دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو، نا اہل اور بد دیانت عمال لوگوں پر وقت سے پہلے ہی قیامت ڈھا دیں گے۔ نصوص کے استقراء سے پتا چلتا ہے کہ اسلامی ریاست مندرجہ ذیل اعتقادات پر قائم ہے۔

I. **وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہوں۔**

II. **خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو آخری دینی و قانونی سند مانتے ہوں۔**

III. **یہ لوگ متقی، خدا ترس اور نیک ہوں گے اور ان کے دل میں خلافت وامارت کی طمع و حرص نہیں ہو گی۔**

IV. **یہ نماز اور زکاۃ کے نظام کو قائم کرنے والے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہوں گے۔**

V. **یہ لوگ خدا خوفی، اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کے تصور اور احساس ذمہ داری سے سرشار ہوں گے۔**

VI. **اسلام کے احکام و شرائع کے پابند ہوں۔**

قومی قیادت ازروئے قانون اس بات کی پابند ہوتی ہے کہ جو کچھ خدا کی طرف سے خدا کے رسول کے ذریعے سے ملا ہے اس کو بے کم وکاست جاری کرے، ورنہ خدا کی حاکمیت میں رخنہ ڈالنے کی مجرم قرار پائے گی۔ زندگی کے جن معاملات سے متعلق اس کو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی واضح ہدایت نہیں ملی ہے ان کے بارے میں بھی اس کو یہ حق نہیں دیا گیا ہے جس کا اصلی مفہوم اسلام میں یہ ہے کہ وہ اپنے ذاتی رجحانات کی پیروی کرنے کے بجائے خدا اور اس کے رسول کی دی ہوئی ہدایات کے اشارات ومقتضیات پر غور کر کے ان حالات کے لیے خدا اور رسول کے احکام سے لگتی بات متعین کرے اور اس کا حکم دے۔

6. قومی قیادت کے شخصی اوصاف

رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں زندگی بسر کرنے کا نام اسلام ہے۔ قیادت ایک عظیم الشان اور جلیل القدر منصب ہے صرف اس کی عظمت وجلالت کے پیش نظر ہی ہر حکم پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا اگر

---

20 أَيْضًا ،صحيح البخاري، كِتَابُ العِلْمِ، بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ ---،رقم الحديث 59

21 محمد بن محمد بن سليمان ،جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزَّوائِد ، طاعة الإمام ولزوم الجماعة ، مكتبة ابن كثير، الكويت ،الطبعة: الأولى، 1418 ہـ/ 1998ء، رقم الحديث6058 ، 461/2

وہ پورا اترے تو قابل قبول اور واجب العمل ہو گا۔ عوام الناس کے لیے قائد کی شخصیت رول ماڈل کی حیثیت رکھتی۔ مختلف حالات وکیفیات میں افراد اور معاشرہ کو اس کے کے مطابق ڈھالنا اور قوم کو ساتھ لے کر چلنا متاثر کن شخصیت کی بدولت ہی ممکن ہے۔ نامساعد حالات میں بھی قومی قیادت کا شخصی تفوق ایسا ہو کہ وہ قوم کو منظم و مربوط کر کے مطلوبہ اہدف حاصل کر سکے۔ الماوردیؒ نے الاحکام السلطانیہ میں قومی قیادت کے شخصی اوصاف میں مندرجہ ذیل سات امتیازات کا ذکر کیا ہے۔

- **قومی قیادت میں عدالت کا وصف بدرجہ اتم موجود ہو، یعنی وہ صادق وامین، بااخلاق اور شرعی موانع سے اجتناب کرنے والی ہو۔**
- **قومی قیادت کا دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کا اس قدر عالم ہو کہ بوقت ضرورت اجتہاد کر سکے۔**
- **قائد سمعی، بصری اور لسانی اعتبار سے صحت مند ہو۔**
- **قائد سلیم الاعضاء ہو تا کہ کار سرکار میں خلل نہ آئے اور اس کی نشست وبرخاست میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔**
- **قومی قائد فہم وفراست کا مالک ہو تا کہ وہ مصالح عامہ کو پیش نظر رکھے۔**
- **قومی قائد جرأت مند، بہادر اور مرد میدان ہو تا کہ ملک دشمن عناصر کا قلع قمع کیا جاسکے۔**
- **حسب ونسب کے اعتبار سے ضروری ہے کہ امام کا تعلق قبیلہ قریش سے ہو۔**[22]

6.1. قومی قیادت کا صاحبِ ایمان ہونا

اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ وہ سب سے پہلے قومی قیادت کے انتخاب کے لئے کچھ اوصاف مقرر کرتا ہے، جب تک مطلوبہ اوصاف کسی شخص میں نہ پائے جائیں اسے قومی قیادت کی ذمہ داری نہیں سونپی جاسکتی۔ اسلامی ریاست کی ماہیت میں قیادت کا صاحبِ ایمان ہونا لازم ہے۔ اسلامی ریاست کی باگ دوڑ کسی کافر کے ہاتھ سونپنے کی نہ تو کوئی عقلی وجہ ہے اور نہ ہی شرع اس کی اجازت دیتی ہے۔ قرآنی ضابطہ کے تحت کفار کو مومنین پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔[23] عہد رسالت سے کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ آپ ﷺ نے کسی جگہ کی امارت کسی غیر مسلم کو سونپی ہو۔ البتہ ملکی معاملات میں ذمیوں سے مشاورت کی گنجائش بہر حال موجود ہے اور خلفاء راشدین کے طرزِ عمل سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

6.2. صادق وامین اور شرعی موانع سے مجتنب ہونا

قومی قیادت میں عدالت کا وصف بدرجہ اتم موجود ہونا چاہیئے، یعنی وہ صادق وامین، بااخلاق اور شرعی موانع سے اجتناب کرنے والی ہو۔ قرآن حکیم میں بہترین ملازم اور عہدیدار کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ قوی اور امین ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے مدائن کے سفر میں جب شعیب علیہ السلام کے ریوڑ کو پانی پلانے میں ان کی بیٹیوں کی مدد کی تو انہوں نے اپنے باپ سے موسیٰ علیہ السلام کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے کہا کہ بادی النظر میں وہ شخص جسمانی اعتبار سے مضبوط اور روحانی طور پر امانت دار ہے، اور سفارش کی کہ

---

22 الماوردي، الأحكام السلطانية،الباب الأول: في عقد الإمامة،فصل ،الشروط التي ينبغي توافرها في الخليفة، دار الحديث ، القاهرة،ص12

23 النساء 4 :141

آپ اُن کو اپنا خدمت گار رکھ لیجئے۔لہذا جب کوئی منصب کسی کے سپرد کیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی اہلیت کا پورا ثبوت دے اور اپنے فرائض منصبی کو پوری امانت داری کے ساتھ انجام دے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَتْ اِحْدٰهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَمَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴾ (۱۳)

"ان دو عورتوں میں سے ایک نے کہا، اے ابا جان !اس شخص کو اپنا خدمت گار رکھ لیجئے، بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو طاقت ور بھی ہو اور امانت دار بھی ہو۔"

مذکورہ بالا نص سے یہ اصول فراہم ہوتا ہے کہ قومی قیادت کے انتخاب میں متعلقہ ادارے اس بات کو مد نظر رکھیں کہ امیدوار میں کام کی قوت وصلاحیت بھی موجو دہو اور وہ صادق اور امین بھی ہو۔

6.3. علمی اور جسمانی اعتبار سے مضبوط ہو

قومی قیادت کا دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کا اس قدر عالم ہو کہ بوقت ضرورت اجتہاد کر سکے۔ قومی قیادت کا ریاستی معاملات اور ان سے متعلقہ امور ومقاصد سے باخبر ہونا ضروری ہے، کیونکہ ریاست کے تمام شعبہ جات کی اصلاح وبگاڑ اسی پر منحصر ہے۔ وسعتِ علمی میں اساسیاتِ دین کا علم، علم سیاست سے آگاہی، بنیادی علم اجتہاد کا ادراک اور جدید علمی تقاضوں کا شعور قومی قیادت کا زیور ہیں۔ قومی قیادت کے لئے جہاں مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ اور افواج کے احوال سے باخبر رہنا ضروری ہے وہاں ماضی حال اور مستقبل کی پہچان اور متبوعین کے حالات وکیفیات کا ادراک بھی ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں قومی قیادت کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک وصف قائد کا علمی اور جسمانی اعتبار قوی ہونا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾[24]

"اللہ تعالیٰ نے اس کو تم پر فضیلت دی ہے اور بادشاہی کے لیے منتخب فرمایا ہے اور اسے علم بھی بہت سا بخشا ہے اور تن وتوش بھی بڑا عطا کیا ہے۔"

مذکورہ آیت سے انتخابِ قیادت کے لیے وسعت علم کا شرط ہونا معلوم ہوتا ہے جو کہ کمالِ عقل اور رفعتِ شان کی علامت ہے۔ علم انسان کو نیک وبد کی تمیز اور پہچان عطا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک ماہرِ فن اور صاحبِ علم قائد ہی صحیح غلط کی پہچان کرتے ہوئے اپنی تمام تر توانائیاں قومی مقاصد کے حصول کے لیے صرف کرتا ہے۔ قومی قیادت کے فیصلہ کا براہ راست اثر قوم اور ملکی سلامتی کے ذمہ دار اداروں پر پڑے گا۔ بعض اوقات قائد کی ناقص معلومات کی وجہ سے ریاست کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی خدشہ کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کو ہدایات دیں ہیں کہ کوئی بھی پیش قدمی کرنے سے قبل معلومات کی ثقاہت کے بارے خوب تحقیق کر لیا کریں۔[25]

---

24 البقرة 2:247

25 الحجرات 49 : 6

6.4. قومی قیادت کا سلیم الأعضاء ہونا

قومی قیادت کا متوازن، عیوب سے پاک اور باوقار شخصیت کا مالک ہونا اس کے نمایاں شخصی اوصاف ہیں۔ قائد کا جسمانی طور پر توانا اور مضبوط اعضاء کا مالک ہونا ایک لازمی عنصر ہے۔ قائد سمعی، بصری اور لسانی اعتبار سے صحت مند ہو۔ اعضاء وجوارح کی سلامتی اور حواس کی مضبوطی مشکل اور کٹھن حالات کا مقابلہ کرنے میں معاون ہے۔ طاقتور انسان جن مشکلات کا سامنا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے وہ کمزور کے بس کی بات نہیں۔ راہِ قیادت میں آنے والی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے اعضاء وجوارح کی سلامتی لازم ہے۔ قومی قیادت کا جسمانی طور پر تندرست وتوانا ہونا اور کسی بھی جسمانی عیب سے پاک ہونا قیادت کو زینت اور تحاریک کو جلا بخشتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جسمانی قوت کے حامل مومن کو کمزور مومن سے بہتر قرار دیا۔[26] البتہ حواس اور اعضاء کی سلامتی ان حواس سے مشروط ہے جو علم و عمل کی کیفیت پر اثر انداز ہوتے ہوں۔ نعمان عبد الرزاق السامرائی لکھتے ہیں کہ:

"سلامة الحواس والاعضاء مماله بالعلم والعمل صلة۔مثل سلامة الحواس اوالاعضاء بالقدرالذی یؤثرفی العلم والعمل فالاعمی لایجوزان یلی الخلافة ولکن فاقد الشم والذوق لاباس به۔" [27]

"اُن حواس اور اعضاء کا سلامت ہونا جن کا علم و عمل سے تعلق ہے۔ مثال کے طور پر حواس واعضاء کی اس قدر سلامتی جو علم و عمل پر اثر انداز ہو۔ چنانچہ نابینا کو خلیفہ بنانا جائز نہیں جبکہ سونگھنے اور چکھنے کی حس سے محروم کے خلیفہ بننے میں کوئی حرج نہیں۔"

6.5. جرأت مند اور باہمت ہونا

قومی قیادت للّٰہیت، خدا خوفی اور اخلاص جیسے اوصاف عالیہ سے مزین ہونی چاہیئے۔ پر خلوص قومی قیادت کی راہنمائی میں ریاست سیاسی، سماجی، اخلاقی، علمی، معاشی اور معاشرتی اعتبار سے ترقی کرے گی۔ مذکورہ اوصاف حمیدہ کے ساتھ قومی قیادت میں ایسی جرأت اور حوصلہ بھی ہونا چاہیئے کہ بوقت ضرورت وہ معاندین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔ ملکی سالمیت اور قومی مفاد کے تحفظ کی خاطر سخت مؤقف اختیار کر کے اس پر قائم رہ سکے۔ قومی قیادت میں جرأت وہمت کے ساتھ ساتھ قوت برداشت کا ہونا بھی اشد ضروری ہے۔ مشکل اور صبر آزما حالات میں جسمانی اور ذہنی قوتِ کار کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے فرائض کی انجام دہی میں حائل رکاوٹوں کو عبور کرنے میں دوسروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور زیر دستوں کے ساتھ ہمیشہ مثبت رویئے کا مظاہرہ کرتا ہے۔ قومی قیادت کے معاملے میں تدبر، سیاست اور صلاحیت کار کو دینی نقطہ نظر سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ امامت تمام شرائط دو افراد میں مساوی طور پر پائی جائیں تو اس صورت میں الماوردیؒ لکھتے ہیں کہ:

---

[26] مسلم،صحیح مسلم،کتاب القدر،باب فی الامربالقوةوترک العجز والاستعانة ۔۔۔،رقم الحدیث 2664

[27] السامرائی،نعمان عبدالرزاق،النظام السیاسی فی الاسلام،مکتبةالملک فهدریاض، 2000ء،صفحه 116

"اگر امیر کے انتخاب کا سوال در پیش ہو، ایک طرف ایک دیندار شخص ہو لیکن اسے انتظام کا تجربہ نہ ہو اور دوسری طرف ایک ایسا مسلمان ہو جو زیادہ دیندار نہ ہو لیکن اسے انتظام ملک کا تجربہ ہو تو ترجیح اس کم دیندار اور زیادہ تجربہ کار کو دی جائے گی۔"[28]

اسی طرح جب مسلمانوں کے سامنے امامت وامارت کے لیے انتخاب کا سوال آئے تو وہ مجبوری میں ایک فاسق مسلمان کا انتخاب تو کر سکتے ہیں لیکن ایک عورت کا انتخاب نہیں کر سکتے اگرچہ وہ زاہدہ وعابدہ ہی کیوں نہ ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو اپنی باگ ایک عورت کے ہاتھ پکڑا دے گی۔[29] یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیے کہ حکومت کا مزاج فاعلانہ ہونا چاہیے نہ کہ منفعلانہ۔ عورت کا مزاج منفعلانہ ہوتا ہے اور اس کے اصل فطری فرائض کے لحاظ سے اس کا یہی مزاج اس کے لیے موزوں ہے۔ اپنے اس مزاج کے لحاظ سے عورت حکومت کے لیے فطرتاً ناموزوں ہے۔ شریعت میں قومی قیادت کو امامت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

- **امامت صغریٰ**
- **امامت کبریٰ**

امامت صغریٰ یعنی نماز کی امامت اور امامت کبریٰ یعنی حکومت کی سربراہی۔ یہ بات متفق علیہ ہے کہ عورت امامت صغریٰ کے لئے نااہل ہے، یعنی وہ نماز میں مردوں کی امامت نہیں کرواسکتی۔ عورت میں جب امامت صغریٰ کی اہلیت نہیں ہے تو امامت کبریٰ کے لئے وہ بدرجہ اولیٰ نااہل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں مردوزن کی مساوات کا نعرہ لگا کر عورت کے مقاصد زندگی تعین کرنے میں مغربی مفکریں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ مردوزن کی مساوات سے کچھ معاشی فوائد تو ضرور حاصل ہوئے ہیں لیکن خاندان کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔

6.6. قومی قیادت کا قبیلہ قریش سے ہونا

نصوص شرعیہ اور عصر حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ قومی قیادت کے شخصی اوصاف میں قبیلہ قریش کی شرط پر اصرار درست نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یہ ذمہ داری امت کے اولوالامر یعنی ارباب حل و عقد کی طرف منتقل ہوئی۔ وہ اس بات کے لیے مسؤل قرار پائے کہ وہ خدا کی زمین میں خدا کے احکام و قوانین نافذ کریں۔ اولوالامر درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے خلفاء کی حیثیت رکھتے ہیں اس وجہ سے مطلقاً ان کی اطاعت لازم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

" اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ "[30]

"حکم سنو اور اس کی تعمیل کرو، خواہ تم پر ایسا حبشی حاکم بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کی مانند ہو۔"

---

28 الماوردی، الاحکام السلطانیہ ،نفیس اکیڈمی کراچی ،1965ء ،ص15

29 البخاری، صحیح البخاري ،کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر، رقم الحدیث 4425

30 أَيْضًا ،كِتَاب الْأَحْكَامِ ،بَاب السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً ، رقم الحديث7142 ۔

خلیفہ کے قریشی ہونے کی شرط میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ اسلام نے اپنے احکام کا دارومدار کسی خاص نسل، زمانے یا قوم پر نہیں رکھا بلکہ اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ ایسے شخص کو امیر مقرر کیا جائے جسے قبولیت عامہ حاصل ہو۔ قرن اولیٰ میں یہ خوبی صرف قریش میں پائی جاتی تھی جس کو انہوں نے عصبیت غالبہ سے تعبیر کیا ہے۔ عصبیت غالبہ سے مراد کسی گروہ کا لوگوں کے دلوں میں ایسا اقتدار جس کی بناپر لوگ اُس کی بات سننے اور ماننے پر تیار ہوں۔ سربراہ کسی ایسے طبقے سے لیا جائے جس پر لوگ اعتماد کرتے ہوں، اُس کو سربراہ ماننے اور اُس کے احکام کی اطاعت کے لئے بخوشی تیار ہوں اُس وقت یہ امتیاز صرف قبیلہ قریش کو حاصل تھا کیونکہ تمام قبائل عرب ان کے سوا کسی اور کی قیادت پر متفق نہیں ہوسکتے تھے اس لئے آپ
ﷺ نے قریش کے لئے یہ بات ارشاد فرمائی کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے۔ [31]

7. قیادت کے قومی وملی اوصاف

اسلام بطور کامل دین اور مکمل دستور حیات کے زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی راہ نمائی کرتا ہے۔ اسلام جہاں انفرادی زندگی میں فرد کی اصلاح پر زور دیتا ہے وہیں اجتماعی زندگی کے زریں اصول وضع کرتا ہے۔ انسان کی بہت سی ضرورتوں میں ایک اہم ضرورت اجتماعیت ہے۔ اجتماعیت ہوگی تو لازما اس کا ایک امیر اور سربراہ ہوگا جو اس کی قیادت کا فریضہ انجام دے گا۔ قوم کا سربراہ اگر وہ اپنے فرض منصبی کو صحیح طریقہ سے انجام دے تو اس کے ماتحت افراد خوشحال ہوں گے اور جانثاری کے جذبے ساتھ ہر طرح کا تعاون پیش کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکومتی نظام کو چلانے کے لیے راہنما اصول دیے اور اس کے لیے قیادت نافذہ تیار کی۔ قومی قیادت کے قومی وملی اوصاف میں سے مندرجہ ذیل اوصاف نمایاں ہیں۔

7.1. سادہ اور باوقار معیار زندگی

رسول اللہ ﷺ نے اپنے طرز زندگی سے خود اس کی مثال پیش کی کہ سربراہِ مملکت اور قائد کا معیار زندگی کس طرح کا ہونا چاہئے۔ آپ ﷺ کے بعد اصحابِ خلافت راشدہ نے بھی اسی طرز کا معیارِ زندگی برقرار رکھا۔ رسالت مآب ﷺ نے اپنے دور کے سب سے کمزور طبقے کے برابر اپنا معیارِ زندگی رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے قصداً فقر اختیار کیا اور پھر اس کا حق بھی ادا کیا۔ آپ ﷺ کے گھر میں کئی کئی دن تک آگ نہیں جلتی تھی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ پورا مہینہ گزر جاتا اور ہمیں چولہا جلانے کی نوبت نہ آتی اور ہم صرف پانی اور کھجور پر گذارہ کرلیتے۔[32] آپ ﷺ نے بطور ایک پیغمبر، سپہ سالار، منتظم اعلیٰ اور حاکم وقت کے اپنا معیارِ زندگی معاشرے کے عام طبقے کے برابر رکھا۔

---

31 ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون فصل 26، فی اختلاف الأمة فی حکم ہذالمنصب وشروطه، ص 243

32 البخاري، صحيح البخاري، كِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابٌ: كَيْفَ كَانَ عَيْشُ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ، رقم الحديث 6458

عہد رسالت میں جب مسلمانوں کی معاشی صورت حال میں آسانی پیدا ہوئی تو معیارِ زندگی کچھ بہتر ہوا۔ ازواجِ مطہرات نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے گھروں میں بھی سہولت آنی چاہیے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ جب ایک زوجہ محترمہ کے گھر تشریف لائے تو سب ازواج وہاں اکٹھی ہو گئیں اور اپنا مدعا بیان کیا۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی گفتگو اس انداز سے کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا زیادہ وقت پھٹے ہوئے کپڑے سینے سلانے میں گزر جاتا ہے اگر تھوڑی سہولت ہمیں بھی حاصل ہو جائے تو اچھی زندگی گزار سکیں گی اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں گی۔ رسول اللہ ﷺ بحیثیت قائد اس مطالبے پر خفا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وعید نازل فرمادی کہ تم لوگوں کے دلوں میں دنیاداری کا خیال بھی نہیں آنا چاہئے تھا۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلاً﴾[33]

"اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش منظور ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔"

بطور حکمران نبی کریم ﷺ کا سادہ مگر باوقار طرز زندگی سیرۃ النبی ﷺ کا ایک اہم پہلو تھا اور پھر آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے جانشینوں نے اِس طرزِ عمل کی جس طرح پیروی کی وہ بھی امت مسلمہ کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

7.2. احساس ذمہ داری اور جوابدہی کا تصور

شریعت اسلامیہ میں حقوق و فرائض کے تعین میں توازن رکھا گیا ہے، لیکن اصل توجہ اور زور فرائض کی ادائیگی پر دیا گیا ہے، اس لئے کہ ادائیگی فرض کا احساس وشعور انسان میں مثبت اور تعمیری انداز فکر پیدا کرتا ہے جو معاشرہ کی تعمیر واصلاح اور وحدت و یکجہتی کے لئے بہت ضروری ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ کا ماحاصل یہ ہے کہ فرض کی ادائیگی عظیم امانت ہے اور کوئی شخص اس امانت سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس شخص کو اللہ تعالیٰ رعیت کی نگہبانی سپرد کرے اور وہ بھلائی اور خیر خواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کرے وہ بہشت کی مہک بھی نہ پائے گا۔"[34] عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

"قال رسول االله ﷺ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[35]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے زیر دستوں پر نگہبان ہے ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کی بابت باز پرس ہو گی۔ حاکم سے اس کے ماتحت علاقہ کے لوگوں کی بابت پوچھا جائے گا۔"

صالح قیادت کا فقدان تمام تر معاشرتی بگاڑ باعث ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غیر منظم معاشرے کو سدھارنے کے لئے انسانوں کی خود سری کو ختم کر کے انہیں اطاعت سکھائی اور عوامی سوچ کا رُخ انفرادیت سے ہٹا کر اجتماعیت کی طرف موڑ دیا۔

---

33 الاحزاب 33 : 28

34 البخاری، صحیح البخاری، كتَابُ الأَحْكَامِ، بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ، رقم الحديث 7150

35 أَيْضًا ، صحيح البخارى ,ايضاً ، كِتَابُ الجُمُعَةِ، بَابُ الجُمُعَةِ فِي القُرَى وَالمُدُنِ، رقم الحديث 893۔

عوام کو ان کے حقوق و فرائض سے آگاہ کرنے کے ساتھ انہیں معاشرتی آداب سکھائے۔ رسول اللہ ﷺ نے عدل اجتماعی پر مبنی جو نظام قائم کیا اس میں معاشرے کے ہر فرد کو حکومتی قائدین اور ذمہ داران کے احتساب کا حق دیا۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک صحابیؓ کو باتوں باتوں میں ہلکی سی چھڑی ماردی جس سے اس کے جسم پر خراش آگئی تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے بدلہ لوں گا۔ آپ ﷺ نے اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے فوراً چھڑی اس کے ہاتھ میں دے دی اور اپنی کمر آگے کر دی۔[36]
ایک صحابی نے جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ دین کیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّمَا الدِّينُ النَّصِيحَة قِيلَ: لِمَنْ قَالَ: لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ "[37]

"دین خیر خواہی کا نام ہے، عرض کیا گیا کہ: کس کی خیر خواہی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی، یعنی ان کے احکام پر عمل کرنا اور مسلم حکمرانوں اور عوام الناس کی خیر خواہی، یعنی اطاعت اور خیر خواہی کا جذبہ "

مذکورہ بالا سطور میں عہد نبوی ﷺ کے نظام حکومت کی دو خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی یہ کہ آپ ﷺ نے بطور حکمران اپنا معیارِ زندگی عام لوگوں کے مطابق رکھا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ حاکم وقت عام لوگوں کے مسائل سے صحیح طور پر آگاہی اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے جبکہ وہ خود بھی روز مرّہ زندگی کے ان مسائل و مشکلات سے دوچار ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے جو طرزِ حکومت متعارف کروایا اس کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ معاشرے کے ہر فرد کو حاکم وقت کے احتساب کا حق دیا۔ بالخصوص معاشرے کے اصحابِ علم و دانش کی یہ ذمہ داری قرار دی کہ وہ حکمرانوں کے غلط اقدامات کی نشاندہی کرتے رہیں کہ احتساب کا یہ عمل حکومتی نظام کو صحیح رخ پر چلنے میں مدد دیتا رہے۔ اہل علم اگر امراء کے احتساب سے صرف نظر کریں گے اور ان کے غلط اقدامات کی نشاندہی نہیں کریں گے تو وہ مجرم ٹھہریں گے اور اپنے فرض کی ادائیگی میں قصوروار ہوں گے۔

7.3. سماجی انصاف اور اصول پسند قیادت

انصاف کا لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے جس قدر عام ہے اپنی عملی ضرورت کے پہلو سے اسی قدر اہم اور خاص بھی ہے۔ قومی قیادت کے شب و روز کے معمولات، انفرادی و اجتماعی معاملات، عائلی و سیاسی حالات اعتدال کی لڑی میں پروئے ہوئے ہوں تاکہ کسی جگہ عدم توازن کی شکایت نہ ہو۔ قومی قیادت کو اپنی زندگی میں نظم و ضبط کا سختی سے پابند ہونا چاہئے کیونکہ اس کی پابندی کا عکس معاشرہ اور ماحول پر پڑے گا۔ اصول پسند قیادت کے دور میں جب اصولوں کی بالادستی ہو گی تو ایسے قائد کی مقبولیت اور سیاسی وقار میں اضافہ ہو گا۔

---

[36] الهيثمی،نورالدين علی بن أبی بكر،مجمع الزوائد ،كتاب الديات،دارالكتب العلمية بيروت 1988،289/2

[37] أحمد بن محمد بن حنبل ،مسند الإمام أحمدبن حنبل،حَدِيثُ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ،مؤسسة الرسالة، 2001ء، رقم الحديث16941

عہد رسالت میں ایک معزز خاندان کی ایک با اَثر خاتون نے چوری کی تو مقدمہ آپ ﷺ کی بارگاہ انصاف میں آیا تو آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری فرمادیا۔ اہل قبیلہ نے سفارش کروائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی قومیں اس لئے تباہ ہو گئیں کہ جب بڑے قبیلہ کا آدمی کوئی فعل شنیع کا مرتکب ہو تا تو مختلف حیلوں، بہانوں سے سزا سے بچ جاتا اور جب کوئی عام انسان کسی غلطی مرتکب ہو تا تو سزا پاتا۔ اس کی جگہ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔[38] اس واقعہ سے ایک اہم نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ جہاں اصولوں کی پاسداری کی بات آتی ہے تو وہاں تعلقات اور قرابت داری کو ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے۔ جب قومی قیادت اس قدر اصول پسندی کا ثبوت دے گی تو نہ صرف وہ معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے گا بلکہ ایسی قیادت کی باقیات تادیر قائم رہتی ہیں۔

7.4. مذہبی رواداری اور وسعت قلبی

اسلامی مملکت میں مختلف الخیال لوگ مصروف کار ہوتے ہیں، جن کے مابین مذہبی و اعتقادی اور نظری و فکری اختلاف کا ہونا بھی بین امر ہے۔ جس طرح ایک مملکت میں اکثریت کیساتھ ساتھ اقلیت بھی ایک عام شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے ہیں تو ایسے میں ان کے مذہبی رجحانات کا خیال رکھنا اور اعتقادی لحاظ سے اسلوب عبادت میں ان کی آزادی کا پورا پورا پاس کرنا رواداری کا تقاضا ہے۔ قرآن حکیم میں مذہبی آزادی کا اور اسلامی رواداری کا قرآنی تصور اس قدر واضح اور غیر مبہم ہے کہ مسلمان باطل معبودوں کو بھی گالیاں نہ دیں کہیں کفار اس کی پاداش میں ان کے سچے خدا کو گالیاں نہ دیں۔[39]

مدینہ منورہ میں عیسائیوں کا ایک وفد نجران سے آیا جو کسی سیاسی یا سماجی معاہدے کیلئے نہیں آیا تھا بلکہ آپ ﷺ سے مناظرہ کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ آمد کے مقاصد میں دشمنی کا عنصر غالب تھا۔ جب اس وفد کے قیام کی بابت استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو مسجد نبوی میں ٹھہراؤ اور جب ان کی عبادت کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں ان کو اپنے طریق کے مطابق عبادت کی اجازت دی۔[40] حضور ﷺ کا قائدانہ کردار اپنے ہم مذہبوں کیلئے ہی نہیں بلکہ اغیار اور وہ بھی غیر ملکیوں سے بہترین سلوک کا نمونہ ہے۔ قائد صرف فرمودات اور ارشادات ہی دینے والا نہ ہو بلکہ دور اندیش اور حسن سلوک میں اعلیٰ ترین عادات کا خوگر ہو۔ رواداری میں اغیار کو قریب ہونے کا موقع ملتا ہے تو اچھائیاں اپنی جگہ خود تلاش کر لیتی ہیں جو اوروں کیلئے قبولیت اسلام کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

7.5. حلیم الطبع اور شفیق ہونا

دینِ اسلام میں نرمی کا پہلو ہمیشہ غالب رہا ہے۔ متعدد مواقع پر جہاں سختی کارگر نہیں ہوتی وہاں نرمی مقصود کے حصول میں معاون رہتی ہے۔ رفق اور نرمی تمام امور میں بہتری اور رحمتِ الٰہی کے حصول کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو منصبِ قیادت

---

38 صحیح مسلم ،کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف ،رقم الحدیث 4410

39 الانعام 6:108

40 عثمانی ، محمد شفیع ، معارف القرآن ، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس ، دہلی، 1933 ء ، 51/2

عطا فرمائے اس پر عوام الناس کی خیر خواہی اور بھلائی لازم ہے۔ قومی قیادت کا اپنی قوم سے نرم رویہ خوشگوار تعلقات کو جنم دیتا ہے۔ ذاتی معاملات اور مخالف نظریات کے حامل افراد سے قوت برداشت اور حلم و بردباری کا اظہار کرنا قیادت کی مقبولیت میں اضافہ کرتا ہے۔ عوام الناس کے لیے آسانی اور نرمی کا پہلو اختیار کرنا رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اور امت میں خیر و برکات کا باعث ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے بارے ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾[41]

"لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے ہیں مہربان ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ مومنین پر انتہائی شفیق اور مہربان تھے اور ان کا کسی بھی قسم کی تنگی و حرج میں مبتلا ہونا آپ ﷺ کے لیے دشوار اور تکلیف کا باعث تھا۔ اسی بنا پر آپ ﷺ نے دوسروں کو بھی نرمی اور سہولت سے کام لینے کا حکم دیا۔[42] سیرتِ طیبہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا مزاج، گفتگو رافت و رحمت کا آئینہ دار ہے۔ شرعی احکام میں بھی ہمیشہ نرمی کا پہلو پیشِ نظر رہتا۔ ہر وہ چیز آپ ﷺ کے لیے شاق گزرتی جو لوگوں کے لیے باعثِ مشقت ہوتی۔ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں قومی قیادت کو اس وصف سے بھی متصف ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اللہم من ولی من امرامتی شیئافشق علیہم فاشقق علیہ ومن ولی من امرامتی شیئا فرفق بہم فارفق بہ ۔"[43]

"اے اللہ جو میری امت کا والی بنے اور ان پر سختی کرے اس پر سختی فرما اور جو میری امت کا والی بنے پھر نرمی سے کام لے اس پر نرمی فرما۔"

معلوم ہوا کہ رعایا پروری میں شفقت و نرمی کا برتاؤ حصول رحمت کا سبب جبکہ سختی موجب مشقت ہے۔ البتہ یہاں رفق کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مجرم کو سزا دینے میں تساہل سے کام لیا جائے۔ حدود اللہ میں نرمی اور تساہل نہ صرف شرعاً ممنوع ہے بلکہ ایسا کرنا جرائم کے سدباب میں رکاوٹ کا باعث ہے۔ جرم پر سزا عدل کا تقاضا اور عین خیر خواہی ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں جہاں عوام کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں وہیں مجرم کو تائب ہونے کا موقع ملتا ہے اور یوں وہ اخروی اور ابدی عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

8. قومی قیادت کے پیشہ ورانہ اوصاف

قومی قیادت کو حالات حاضرہ سے واقفیت، ریاستی امور اور داخلی و خارجی امور کا تجربہ ہونا چاہیئے۔ قائدانہ بصیرت، مثبت سوچ، اور مثبت عمل قومی قیادت کے اہم پیشہ ورانہ اوصاف ہیں۔ قومی قیادت کے پیش نظر واضح اہداف اور قومی ترقی کا واضح خاکہ

[41] التوبة 128:9

[42] البخاری، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب11، رقم الحدیث69

[43] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الامام العادل، رقم الحدیث1828

ہوناچاہیئے تاکہ وہ پوری قوم کو متحرک کر سکے۔ قوم کو اپنے قائد پر اس درجہ اعتماد ہو کہ وہ محسوس کریں اگر ان کا قائد قوم کے آگے ہو گا تو رہنمائی کرے گا اور پیچھے ہو گا تو پشت پناہی کرے گا۔ سیاست و قیادت ایک مستقل اور باقاعدہ فن ہے جو بہت سی پیشہ وارانہ صلاحیتوں اور مہارتوں کا متقاضی ہے۔ دیگر علوم و فنون کی مانند اس کے بھی اپنے اصول و ضوابط ہیں جن کا جاننا اس فن کے حامل کے لیے ضروری ہے۔ حالات و زمانہ کے بدلنے سے ان صلاحیتوں میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل عین ممکن ہے۔ البتہ اصولی طور پر چند پیشہ ورانہ جوہر ایسے ہیں جن کا قومی قیادت میں پایا جانا ہر دور اور زمانے میں مطلوب ہے۔

8.1. تقریر اور تحریر کا ملکہ

قومی قیادت کے پاس دوسروں تک موثر طریقے سے اپنا پیغام پہنچانے کا گر ہونا چاہیئے۔ بین الاقوامی سفارتکاروں اور وفود کا براہراست تعلق چونکہ قومی قیادت سے ہوتا ہے اس لئے قائد کا انداز گفتگو شستہ اور متأثر کن ہونا چاہیئے۔ گفتگو میں باوقار طرز تکلم گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ خوبصورت اور متبادل الفاظ کی فراوانی، جملوں کی روانی، زبان کی شائستگی اور بولنے میں سوز وگداز قومی قیادت کا امتیازی وصف ہے۔ زبان و بیان کی اثر انگیزی سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ المَشْرِقِ فَخَطَبَا، فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ مِنَ البَيَانِ لَسِحْرًا، أَوْ: إِنَّ بَعْضَ البَيَانِ لَسِحْرٌ"[44]

"عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ مشرق سے دو آدمی آئے اور انہوں نے خطبہ دیا اور ان کے بیان سے لوگ حیران ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ بعض بیان جادوئی اثر رکھتے ہیں، یا فرمایا کہ بعض بیان جادو ہوتا ہے۔"

8.2. قومی معاملات پر باہمی مشاورت کے بعد عزم مصمم

اسلامی نظامِ سیاست میں شورائیت کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ اسلامی نظامِ سیاست یہی خوبی اسے دیگر نظام ہائے سیاست سے ممتاز کرتی ہے۔ اسلامی ریاست کے اساسی عناصر میں سے مجلسِ شوریٰ کو مرکزیت حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اگرچہ براہ راست وحی الہٰی کی رہنمائی حاصل تھی اور آپ کسی معاملے میں دوسروں سے مشورہ لینے کے پابند نہیں تھے لیکن شورائی نظام، قانون سازی اور تدبیر مملکت کے نقطہ نظر سے چونکہ ضروری تھا اس وجہ سے حکمت الہٰی متقضی ہوئی کہ نبی کریم ﷺ خود اپنے طرز عمل سے اس کی بنیاد رکھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا:

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾[45]

"سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے استغفار کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔"

---

[44] البخاري ،صحيح البخاري،كِتَابُ الطِّبِّ،بَابٌ: إِنَّ مِنَ البَيَانِ سِحْرًا،رقم الحديث 5767

[45] آل عمران3:159

مذکورہ آیت میں نبی کریم ﷺ کو صحابہؓ سے معاملات میں مشورہ لیتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صحابہؓ سے مشورہ لیتے رہنے کا یہ حکم محض رسمی اور ظاہر دارانہ نہیں تھا بلکہ اس لیے تھا کہ مشورہ لینے کے بعد ان مشوروں پر عمل بھی کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے جس قسم کے معاملات میں صحابہ سے مشورے لیے ہیں ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان میں جنگی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی ہر قسم کے معاملات داخل ہیں۔ چنانچہ اسی اصول پر نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہؓ نے نظام خلافت کی بنیاد رکھی جس میں خلیفہ کے انتخاب میں بھی جمہور مسلمین کے مشورہ کی شرط لازم ٹھہرائی اور خلافت کے فرائض کی انجام دہی میں بھی شوریٰ کو ضروری قرار دیا گیا۔

قومی قیادت کی مجموعی روش سے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"قال رسول الله ﷺإذا كان أمراؤكم خياركم وأغنياؤكم سمحاء كم وأمور كم شورى بينكم فظهر الأرض خير لكم من بطنها وإذا كان أمراؤكم شراركم وأغنياؤكم بخلاء كم وأموركم إلى نسائكم فبطن الأرض خير لكم من ظهرہا۔" [46]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے حاکم تم میں سے بہترین لوگ ہوں، تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہم مشاورت سے طے ہوں تو زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے بہتر ہے، اور اگر تمہارے حاکم برے ہوں تمہارے مال دار بخیل ہوں اور معاملات وعورتوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔"

معروضی اور ہنگامی حالات میں بروقت درست فیصلہ ملک وملت کے لئے انتہائی اہم ہوتا ہے۔ قومی قیادت کو چاہئے کہ وہ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اصحاب حل وعقد سے مشاورت کرے۔ مشورہ کے بعد جب ایک جانب متعین ہو جائے تو قائد کو چاہیے کہ اس بارے مزید کسی قسم کے شک وشبہ یا تردد میں مبتلا ہوئے بغیر اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس پر کاربند رہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو باہمی مشاورت کے بعد عزم مصمم اور توکل علی اللہ کا حکم دیا گیا ہے:

﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴾[47]

"جب تم کسی کام کا پختہ ارادہ کر چکو تو پھر اللہ پر اعتماد رکھو کیونکہ اللہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

قومی قیادت کا پرعزم اور اللہ پر بھروسہ رکھنا ایک نمایاں وصف ہے جس کا اثر عوام الناس کی جملہ مساعی پر بھی پڑتا ہے۔ اگرچہ عزم وتوکل ایک اخلاقی وصف ہے لیکن قیادت میں اس کا شمار پیشہ وارانہ اوصاف میں اس بنا پر کیا گیا ہے کہ قائد کو قدم قدم پر اس کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ قومی قیادت کا فریضہ پختہ عزائم کے بغیر سرانجام ہی نہیں دیا جاسکتا۔

---

46 جامع الترمذی،کتاب الفتن عن رسول اللهﷺ، باب 78 متی یکون ظهرالارض، رقم الحدیث 2666

47 آل عمران 3 : 159

8.3. ریاستی امور میں تفویض کار

ریاستی امور کو سرانجام دینا فرد واحد کا کام نہیں ہے۔ حکومتی معاملات کو بہتر انداز سے چلانے کے لئے ضروری ہے کہ صائب الرائے معاون افراد کو کار سرکار میں ذمہ داریاں سونپی جائیں تاکہ ہر شعبہ پر انفرادی توجہ دی جاسکے۔ ریاستی امور میں تفویض کار کا مطلب یہ ہے کہ حامل ِعہدہ آزادانہ تصرف کرسکے اور معاملات میں ہر وقت امیر کی اجازت کا منتظر نہ ہو۔ قومی قیادت کا تمام انتظامی امور بذات ِخود انجام دینا امور ِسلطنت میں تعطل کا باعث ہوگا۔لہذا قومی قیادت اختیارات نچلی سطح تک منتقل کرے اور ہر عہدہ دار اپنے اپنے دائرہ کار کی حد تک امور کی انجام دہی یقینی بنائے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن حکمرانوں کو مخلص رفقائے کار میسر آئے ان کی حکمرانی کو دنیا نے تسلیم کیا۔ قرآن حکیم میں موسیٰ علیہ السلام کی درخواست وارد ہوئی ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا شریک ِکار بنادے:

﴿وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي (29) هَارُونَ أَخِي (30) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (31) وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي﴾

"اور میرے کنبے میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا معاون بناکر اس سے میری ہمت بندھادے اور اسے میرا شریک کار بنادے۔"[48]

ریاست کا نظم ونسق چلانے کے لیے قومی قیادت پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کی ادائیگی معاونین کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ قومی قیادت کے لئے شریک ِکار بناکر اختیار سونپنا مستحسن ہے تاکہ اس کے لئے سہولت بھی ہو اور غلطیوں کا امکان بھی کم سے کم ہو۔ تاہم محض اختیارات کی تفویض سے قومی قیادت کی ذمہ داری ادا نہیں ہوتی بلکہ بعد از تفویض اس پر عمال کا محاسبہ اوران نگرانی بھی لازم ہے تاکہ جہاں کہیں کوئی عامل کوتاہی کا مرتکب ہو اس کے خلاف تادیبی کاروائی کی جاسکے۔ معلوم ہوا کہ ریاستی امور میں نظم ونسق کی بروقت اور بے محل ادائیگی کے لیے اختیارات کی تفویض لازم ہے۔

8.4. رفقائے کار پر اعتماد اور ان کی نفسیات سے واقفیت

ملکی ترقی، خوشحالی اور استحکام مملکت کے لئے ضروری ہے کہ قومی قیادت اپنی ذمہ داری سے متعلق باخبر رہے اور اپنے کام کی تفصیلات کا علم رکھے۔ قائد ہمہ وقت جزئیات پر اصرار کرے گا تو ماتحتوں کو ایسا لگے کہ وہ ہر وقت ان کے سر پر سوار رہتا ہے تو اس سے عدم اعتمادی کا ماحول پیدا ہوگا۔ قائد کو اس بات سے ضرور باخبر رہنا چاہئے کہ دوسرے کیا کام کر رہے ہیں لیکن انہیں یہ احساس نہیں دلانا چاہیئے کہ ہر وقت ان کی نگرانی کی جارہی ہے۔ قومی قیادت کو عمومی نوعیت کے معاملات پر توانائی صرف کرنے کی بجائے قومی سلامتی کے امور توجہ دینے چاہیئے۔ عمومی نوعیت کا ایک واقعہ عہد رسالت میں پیش آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِقَوْمٍ يُلَقِّحُونَ، فَقَالَ:لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا لَصَلُحَ قَالَ: فَخَرَجَ شِيصًا، فَمَرَّ بِهِمْ فَقَالَ:مَا لِنَخْلِكُمْ؟ قَالُوا: قُلْتَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ:أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ"[49]

---

48 طٰهٰ 30/32 -29

49 القشيري،صحيح المسلم ،كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ وُجُوبِ امْتِثَالِ مَا قَالَهُ شَرْعًا،رقم الحديث 2363

"حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو کھجوروں کو گابھا دے رہے تھے، آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرو تو بھی ٹھیک ہے۔ کھجور عمدہ قسم کی نہ اتری تو آپ ﷺ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے دنیاوی معاملات کے بارے میں بہتر جانتے ہو۔"

قومی قیادت کی عوامی اور نجی زندگی کو قابل تقلید ہونا چاہئے۔اگر قائد اپنے ماتحتوں سے ایک خاص طرح کے رویئے کی توقع کرے مگر خود ویسے رویئے کا مظاہرہ نہ کرے تو اس کا وقار مجروح ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب قائد کسی پر اعتماد کا اظہار کرتا ہے تو اس کی خوداعتمادی اور عزت نفس بڑھ جاتی ہے۔لوگوں کی موجودگی میں کسی کی تعریف کرنا ایسا احسان ہے جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جاتا۔ تعریف مثبت ترین تنقید سے بھی زیادہ موثر ہوا کرتی ہے۔ تنقید عام طور پر رنج دیتی ہے اور حوصلہ پست کرتی ہے۔ اگرچہ یہ عامیانہ سی بات لگتی ہے مگر ماہرین نفسیات اس طریقہ کار کی افادیت کے قائل ہیں۔

9. بین الاقوامی معاملات میں قومی قیادت کا طرز عمل

بین الاقوامی تناظر میں دیکھا جائے تو قومی قیادت پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ گزشتہ ایک صدی کے عرصے میں مسلم دنیا نے ترقی کی بہت سی منازل طے کی ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی امور سے متعلق منصوبہ سازی کرتے ہوئے قومی قیادت کو امت مسلمہ میں رونما ہونے والی ترقی اور نمایاں پیش رفت کو بھی پیش نظر رکھنا ہو گا۔امت مسلمہ کو درپیش اہم ترین چیلنج یہ ہے کہ مغرب میں اسلام کے بارے میں پائے جانے والے غلط تاثر کو کس طرح ختم کیا جائے۔ مغربی ذرائع ابلاغ اسلام کو ایک انتہاپسند اور عسکریت پسند مذہب کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ اس کے قائدین، محققین، ذرائع ابلاغ اور اہل علم و دانش کا اہم ترین فریضہ ہے کہ وہ اسلام سے متعلق غلط تاثر کو ختم کریں اور دنیا پر واضح کریں کہ اسلام امن و آشتی، محبت ورواداری اور برداشت کا دین ہے۔

گزشتہ چار سو سال کے عرصے میں پوری اسلامی دنیا بدترین دور سے گزری ہے۔ کیونکہ اس دوران مکمل مسلم آبادی والے علاقوں کے ساتھ ساتھ اکثریتی مسلم آبادی والے ممالک پر بھی مغربی اقوام کا غاصبانہ قبضہ رہا ہے۔اس طرح پوری مسلم دنیا کو ناکامی، علیحدگی اور خوف وہراس کی دلدل میں دھکیل دیا گیا ہے۔ بیسویں صدی میں مغربی اقوام کی کالونیاں اپنے اختتام کو پہنچیں اور ان ممالک میں آزادی کا سورج طلوع ہوا۔ آزادی کی نعمت سے فیض یاب ہونے والے ان ممالک میں مشرق وسطیٰ، افریقہ، برصغیر اور مشرق بعید کے بہت سے ممالک شامل ہیں جہاں اسلامی روایات اور اقدار کے فروغ کا آغاز ہوا۔ اس عرصے میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے فضا انتہائی سازگار تھی۔ اچانک پوری مسلم دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے بہت سے چھوٹی بڑی تحریکیں شروع ہو گئیں۔

غیر ملکی تسلط ختم ہونے کے بعد بدقسمتی سے بہت سے مسلم ممالک بادشاہت یا آمرانہ سیاسی تسلط میں چلے گئے۔ ان حکمرانوں کی آمرانہ اور ظالمانہ پالیسیوں کے سبب اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تحریکیں زیر زمین چلی گئیں اور ان میں سے بعض جماعتیں

ظالمانہ سیاسی تسلط کے رد عمل کے طور پر جارحیت اور عسکریت کے راستے پر چل پڑیں۔ موجودہ دور کا اہم ترین چیلنج یہی ہے کہ کس طرح مسلم امت کو انتہاپسندی سے نجات دلا کر اعتدال اور تحمل و بردباری کا راستہ اختیار کرنے کے لئے کوئی مضبوط اور قابل عمل تلقین کی جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیابھر کے مسلمان قائدین باہمی اتفاق رائے سے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ انتشار وافتراق اور شدت پسندی کے رجحان کے اسباب و محرکات کیاہیں اور کس طرح تحمل و برداشت، امن و آشتی جیسی شاندار اسلامی روایات کو کس طرح پروان چڑھایا جاسکتاہے۔ مسلم اقوام کو اپنی گمشدہ متاع حاصل کرنے اور مثبت تبدیلی کے لئے جامع حکمت عملی اور صالح قیادت کی ضرورت ہے۔

9.1. بین الاقوامی مسائل میں قومی قیادت کا طرز عمل میثاق مدینہ کے تناظر میں

مدینہ منور کی شہری ریاست دس برس کے قلیل عرصہ میں ارتقاء کی منزلیں طے کر کے ایک عظیم اسلامی ریاست بن گئی ۔ریاست مدینہ تاریخ کی پہلی ریاست ہے جو تحریری دستور کی بنیاد پر وجود میں آئی اور اسی دستور کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ اس ریاست کے حکمران مقرر ہوئے۔ اس معاہدہ کی ہر دفعہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے مدبر اور ماہر قانون کا تیار شدہ ہے جو حالات کی جزئیات تک سے کلی طور پر واقف ہو۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے بجا طور پر اسے دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے۔[50] ریاست مدینہ تاریخ انسانی کی پہلی ریاست تھی جو کثیر المذہبی، کثیر القومی اور کثیر اللسانی معاشرے پر مشتمل تھی۔ ہر گروہ کے تمام جائز حقوق کی حفاظت کے ساتھ سب کو اجتماعی امن و ترقی کی راہ پر لگا دینے کا کا کوئی نقشہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔

میثاق مدینہ صرف ریاست مدینہ کی تاسیس کے لئے ہی اہمیت کا حامل نہیں تھا بلکہ اس میں آنے والے تمام مسلمان قائدین کے لئے بھی رہنما اصول مہیا کئے گئے ہیں۔ میثاق مدینہ قائد اسلام ﷺ کا یہ ایسا زندہ جاوید کارنامہ ہے، جو ماہرینِ عمرانیات کے لیے خاص توجہ اور مطالعہ کا مستحق ہے۔ دنیا کو سب سے پہلے رسالت مآب ﷺ نے اس راز سے آگاہ کیا کہ محض سنگ و خِشت کی عمارات کے درمیان میں کوچہ وبازار بنادینے کا نام شہری منصوبہ نہیں بلکہ ایسا ہم آہنگ اور صحت مند تمدنی ماحول فراہم کرنا بھی ناگزیر ہے جو جسمانی آسودگی، روحانی بالیدگی، دینی اطمینان اور قلبی سکون عطا کر کے اعلی انسانی اقدار کو جنم دے اور تہذیبِ انسانی کے نشوونما کا سبب بنے۔

9.2. غیر مسلم اقوام اور ممالک سے متعلق قومی قیادت کا طرز عمل

بین الاقوامی تناظر میں مسلم اور غیر مسلم ممالک کے تعلقات باہمی اعتماد اور رواداری پر مبنی ہوں گے۔ قومی قیادت کے ماتحت چونکہ مختلف العقائد و مختلف الخیال لوگ بکثرت ہوتے ہیں، سب کو ساتھ لیکر چلنا اس کی پیشہ وارانہ مہارت متقاضی ہے۔ اکثریت کے ساتھ ساتھ اقلیت کے حقوق کا تحفظ قومی قیادت کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اسلام ہر ایک کو عقیدہ اور رائے کی آزادی دیتا ہے اور دوسروں کو اس آزادی کے احترام کا درس دیتا ہے۔ اس آزادی کا احترام کرنا اور فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے

[50] ڈاکٹر، مقالاتِ حمید اللہ، مرتبہ زیبا افتخار، قرطاس، 2004ء، ص 76

مختلف العقائد افراد سے حسنِ سلوک سے پیش آنارواداری کا تقاضہ ہے۔ وہ غیر مسلم افراد جو اسلامی ریاست کے پر امن شہری کے طور پر زندگی گزارر ہے ہیں ان سے حسنِ سلوک اور رواداری اسلام کی واضح تعلیم ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ﴾[51]

"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا۔"

سیرت النبی ﷺ میں بین المذاہب رواداری کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ قومی قیادت پر لازم ہوتا ہے کہ اپنے ماتحت اقلیتوں سے رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی بنیادی ضروریات، مذہبی رسوم ورواج کا خیال رکھے اوران اپنے مذہبی شعائر پر آزادانہ عمل کرنے کے مواقع فراہم کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا معاشرہ قائم کیا جس سے بلا تخصیص مذہب وجنس سب فیض یاب ہوئے۔ آپ ﷺ نے بحیثیت حکمران قبائل سے جو معاہدات کئے ان سے آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت، مذہبی رواداری، احترام آدمیت، تحمل و بردباری اور برداشت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس کے مندرجات قابل غور ہیں۔[52] سیاسی ومذہبی سطح پر حریت اور آزادئ ضمیر سے متعلق یہ ایک ایسی وقیع یادگار ہے جس کے نہ صرف قرون اولیٰ میں عظیم الشان مثبت نتائج برآمد ہوئے بلکہ موجودہ دور میں بھی اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مستحکم فلاحی اسلامی مملکت قائم کی جاسکتی ہے۔

10. خلاصہ بحث

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے، اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے لیے اصولی راہنمائی موجود ہے۔ سیاست وحکمرانی دنیاوی زندگی کا اہم ترین باب اور انسانی معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ میں حکومت کی تشکیل وتاسیس اور طریقۂ انتخاب سے لے کر اس کی توسیع واستحکام تک اور آئینی اور اصولی نظریات سے عملی جزئیات تک ہر مرحلے کے لیے مکمل ہدایات موجود ہیں۔ قومی قیادت کے لئے لازم ہے کہ وہ مسلمان ہو، عاقل وبالغ آزاد مرد ہو، ذہنی یاجسمانی معذوری سے پاک ہو اور حکومتی امور کی انجام دہی کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ قومی قیادت کے جملہ امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ صادق وامین اور اوصافِ حمیدہ کا حامل ایسا صائب الرائے شخص ہونا چاہیئے جو ملکی اور بین الاقوامی مسائل میں درست فیصلے کرسکے۔

قومی قیادت میں مضبوط قوتِ ارادی کے ساتھ ملک وملت کی حفاظت اور عصری مسائل سے عہدہ براہونے کی بھرپور صلاحیت موجود ہونی چاہیئے۔ قومی وبین الاقوامی امور میں حسن تدبیر اور حکمت سے کام لینا قومی قیادت کا امتیازی وصف ہے۔ آغازِ وحی کے بعد خفیہ تبلیغ، ہجرت کے بعد مواخاتِ مدینہ، یہودِ مدینہ سے میثاق، صلح حدیبیہ کے موقع پر بظاہر اپنے خلاف نظر

---

[51] الممتحنة 60 : 8

[52] محمد مسعد یاقوت، نبی الرحمة، الزہراء للإعلام العربی، الطبعة الأولی 2007 ، القاہرة ،ص 112

آنے والی شرائط پر آمادگی، دیگر ریاستوں سے خط وکتابت، سفارتی تعلقات اور معاہدات آپ ﷺ کی حکمتِ عملی اور حسنِ تدبیر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پاکستان میں معاشرتی اصلاح مخلص اور ایماندار قیادت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مرّوجہ ناقص جمہوری نظام کی بدولت صالح قیادت کا قانون ساز اداروں میں پہنچنا تقریباً ناممکن ہے۔ پاکستان میں جمہوریت کی بجائے جمہوری رویہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ قومی قائدین اُسوہ رسول ﷺ کا اتباع کریں تو اس کے مندرجہ ذیل اثرات برآمد ہوں گے۔

- **نظام عدل اجتماعی کے قیام سے رضائے الٰہی کا حصول۔**
- **معاشرتی انتشار کا خاتمہ اور مستحکم سیاسی نظام کا قیام۔**
- **عوام کی معاشی، اخلاقی، ذہنی اور نفسیاتی فلاح وامن۔**
- **حقوق وفرائض کی مکمل واحسن ادائیگی۔**
- **ریاستی اداروں کی عمدہ ساکھ سے بین الاقوامی اچھی شہرت کا حصول۔**
- **ملکی سالمیت اور مضبوط داخلی اور خارجی نظام۔**

11. تجاویز وسفارشات

- فرد معاشرے کی بنیادی اکائی ہے جس کی درستگی معاشرے کی اصلاح ہے۔ ہر فرد دوسروں کی اصلاح کرنے کے بجائے اپنی اصلاح کرے تاکہ جب قومی قیادت کے انتخاب کا مرحلہ آئے تو صالح افراد منتخب ہو کر قومی قیادت کا فریضہ سرانجام دیں
- افراد کے ذہنوں میں خدا کا صحیح تصور اور عقیدۂ آخرت کی اہمیت پر زور دیا جائے۔ تاکہ لوگ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے افعال میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کے تصور کو مردہ نہ ہونے دیں اور صحیح نصب العین اور اعلیٰ وارفع اقدارِ حیات کے حصول کی خاطر کوشاں رہیں۔
- دورِ حاضر میں ذرائع ابلاغ عوامی رجحانات کو بدلنے اور نیا رخ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں لہذا ان ذرائع کے ذریعے دینی اقدار اور اسلامی طرزِ حیات کی تفہیم کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے اور معاشرے کا اجتماعی شعور بیدار کیا جائے۔
- امت مسلمہ کا صالح عنصر مجتمع ہو جائے اور اس کا اپنا ذاتی اور اجتماعی رویہ خالص راستبازی، انصاف، حق پسندی، خلوص اور دیانت پر قائم ہو جائے تو منظم نیکی کے سامنے منظم بدی اپنے لشکروں کی کثرت کے باوجود شکست کھا جائے گی۔
- اصلاح معاشرہ کے لئے مسجد کو مرکزی حیثیت دی جائے اور مسجد کی دینی اور سماجی حیثیت کو اجاگر کیا جائے۔ عوام الناس مسجد سے اپنا تعلق مضبوط کرے اور ان میں پورے معاشرے پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

- معاشرے کے اجتماعی شعور اور انفرادی تشخص کے ارتقاء کا دارومدار تعلیمی اداروں پر ہوتا ہے۔مناصب کے ذمہ دارانہ استعمال سے متعلق تعلیمات نبوی ﷺ کو پرائمری سے لیکر اعلیٰ ترین سطح تک تعلیمی نصاب میں شامل کر کے نصاب تعلیم کو قومی امنگوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔
- انتخابات کے طریقہ کار میں اصلاحات اور دستور کے آرٹیکل باسٹھ،تریسٹھ پر سختی سے عمل درآمد کرنے کی اشد ضرورت ہے
- قومی قیادت کے مقدس فریضہ میں بد دیانتی بدعنوانی کے مرتکب افراد کو سخت اور فوری سزا دی جائے۔اس مقصد کے لئے مؤثر قانون سازی اور قومی ادارۂ محتسب کے کردار کو مؤثر بنانے اور اس کی تشکیل نو کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔
- امت مسلمہ کے قائدین کو اقوام متحدہ میں مؤثر کردار ادا کرنے کے لئے پالیسی وضع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔
- پاکستان میں معاشرتی اصلاح مخلص قیادت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مروّجہ ناقص جمہوری نظام کی بدولت صالح قیادت کا قانون ساز اداروں میں پہنچنا تقریباً ناممکن ہے۔پاکستان میں جمہوریت کی بجائے جمہوری رویہ اپنانے کی ضرورت ہے۔